

اساتذہ کا مقام اور ذمہ داریاں

"استاذ معمار قوم ہوتا ہے"

"تعلیم دینا پیغمبرانہ مشن ہے"

"درس و تدریس ایک مقدس پیشہ ہے"

یہ اور اس طرح کے اور بہت سے اقوال، آرائیاں اور اظہاریوں میں استاذ کے مقام اور اس کے منصب کے عالی مرتبت ہونے کا اعتراف کیا جاتا ہے یہ احسان اور اعتراف ہر معاشرت، علاقے، تہذیب اور زمانے میں پایا جاتا رہا ہے۔ ایسے میں استاذ کے منصب جلیل پر فائز ہوتا یقیناً ایک گونہ سرست اور افتخار کی بات ہے۔ استاذ کا احترام و اکرام دنیا بھر میں ہر خلیٰ اور سوسائٹی میں کم و بیش کیفیات کے ساتھ موجود رہتا ہے۔ مشن پیغمبرانہ ہو، مقام اعلیٰ ہو اور منصب بلند ہو تو اس کے ساتھ وابستہ ذمہ داریاں اور تقاضے بھی اپنی نوعیت کے اعتبار سے غیر معمولی اور جداگانہ حیثیت کے حامل ہوتے ہیں۔ کسی بھی قوم کی تعلیم و تعمیر میں استاذہ کا اپنے فرائض اور ذمہ داریاں بطریق احسن ادا کرنے کا مطلب اس قوم اور معاشرے کی سر بلندی اور سرفرازی ہوا کرتا ہے۔ ان فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی اور کم ظرفی کا مظاہرہ کیا جائے تو ذلت اور پستی مقدر قرار پاتی ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ قوموں اور تہذیبوں کے عروج و زوال میں استاذہ کا کردار بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ قوم کا معمار ہونے کے ناطے اور پیغمبرانہ مشن اختیار کرنے کی بناء پر ایک ذمہ دار استاذ ایک دردمند طبیب کی طرح قوی و ملی امراض کی درست تشخیص کرتا اور پوری دل سوزی کے ساتھ اس کے علاج میں شب و روز ایک کر دیتا ہے۔ گویا ایک استاذ کی ذمہ داریاں اور فرائض اس کے بلند منصب اور اعلیٰ مقام کے شایان شان ہوتے ہیں۔

استاذ کے منصب اور مشن کا فطری تقاضا ہے کہ خود اختیاری فقر کو شعار زندگی بنانا چاہیے۔ ضمیر کو ہمیشہ زندہ و بیدار رکھنا چاہیے۔ ظرف میں وسعت پیدا کرنی چاہیے۔ اپنے عملی میدان میں پیش رفت، مہارت اور دریافت کی شاہراہ پر گامزد رہنا چاہیے اور علم، حکیم اور قلم اور حکمت، شفقت اور استقامت کے ساتھ تعلیم و تعلم اور درس و تدریس کا فریضہ انجام دینا چاہیے تاکہ ملک اور قوم کی تعمیر و تربیت احسن انداز میں عمل پذیر رہے۔

ملکی سطح پر جاری و ساری موجودہ نظام تعلیم کے نتیجے میں تشکیل پانے والی ہماری تعلیمی حالت کا تجزیہ کیا جائے تو اساتذہ کے احترام اور ان کی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے حوالے سے بڑی مندوش صورت حال سامنے آتی ہے شاگردوں اور ان کے والدین کے

ریپیانس اور مجموعی تناظر میں معاشرے کے غالب سماجی روایوں میں اساتذہ کے احترام کا معاملہ حوصلہ ٹکن منظر پیش کرتا ہے اسی طرح اساتذہ کا کردار بھی اجتماعی جائزوں کے مطابق ان کے منصب اور مشن کے شایان شان نظر نہیں آتا۔ گویا

دونوں طرف ہے آگ برابر "بھجی" ہوئی

(اس ذرایی ترمیم کے لئے روح غالب کے مغذرات)

پس چ ہایہ کرد؟ ایک استاذ ہونے کی حیثیت سے استاذ تبدیلیکا باعث ہنئے والا (Instrument of change) ایک بڑا موثر کردار ہوتا ہے۔ اس حیثیت میں ایک استاذ کو سب سے پہلے خود اپنا ناقدان جائزہ لینا چاہیے آج کا استاذ احترام کا طلب گار نظر آتا ہے مگر اپنے منصب کے تقاضوں سے نآشنا ہے۔ اس کا پیغمبرانہ مشن اس سے پیغمبرانہ علم و حکمت اور ظرف کا تقاضا کرتا ہے:

۱۔ موجودہ نظام تعلیم میں استاذ اور شاگرد کا بھی تعلق سیکولرنویت کا حامل ہے۔ جس کی بنابریم اسے افسر اور ماتحت کے تعلق سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ یہ بیور و کریٹ تعلق دونوں کے درمیان احترام اور الافت و شفقت کا مطلوب رشتہ نہیں پیدا کرنے دیتا۔ اس صورت حال میں حفظ مرافق میں بڑا ہونے والا اور پھر منصب بھی بڑا رکھنے کے حوالے سے پہلی ذمہ داریاں استاذ ہی پر عائد ہوتی ہے کہ وہ باہمی تعلق کی اس نامطلوب اور سبی نویت کو خود آگے بڑھ کر تبدیل کرنے کی سعی کرے۔ رہنمائی اور دعوے تغیر کم از کم تقاضا ہی ہے۔

۲۔ اسکوں ہو، کافی یا یونیورسٹی، ہر جگہ استاذ تعلیمی معاملات میں مجموعی طور پر شفاف طرز عمل کا مظاہرہ نہیں کر سکا (اللہ امانتہ اللہ)۔ سامنے کی صورت حال یہ ہے کہ "استاذ محترم" کے ایک ہاتھ میں فیورٹ ازم کا پرچم ہے، دوسرے ہاتھ کی مٹھی انتقامی جذبوں سے بھری ہوئی ہے اور دل زیادہ سے زیادہ اختیار کی ہوں ہونے کے سبب ہل من مزید ہل من مزید کی صدائیں گوختی سنائی دیتی ہیں۔ استاذ کے درخشاں اپنی کو گھنادینے والے پہلو اور بھی بہت سے (گروہ بندی وغیرہ) ہیں۔ تاہم ہم سمجھتے ہیں کہ تذکرہ بالا پہلو بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔ باقی سب ان کے فروعات ہیں۔

ناذر العمل جس سسٹم کا ہم حصہ ہیں۔ یہ اس قدر گل سرچکا ہے کہ اس کی اصلاح و ترمیم کی ساری صورتیں غیر شفاف روایوں کی تاریکی میں ڈوب چکی ہیں۔ اس سسٹم کی ساری خرایوں کے ذمہ دار بڑی حد تک نہایت قلیل تعداد رکھنے والے (زیادہ سے زیادہ ملکی آبادی کا بمشکل 2 فیصد) وہ صاحب اختیار اور اہل وسائل طبقات ہیں جو اس ملک اور قوم پر آزادی کے دن سے قابض ہیں۔ باقی لوگ (عوام الناس) آہستہ آہستہ ان کے پیدا کردہ حالات کے جبر سے ان کی ایجاد کردہ خرایوں کا ترزوں والہ بنتے چلے گئے۔ اس اعتبار سے یہ قوم بڑی سخت جان واقع ہوئی ہے کہ ان خرایوں کے اوپر سے شروع ہو کر نیچے گراں روٹ لیوں تک آنے میں نصف صدی کا عرصہ لگا۔ کرپشن کے اس نچلے درجے تک پہنچنے میں سے

پورے پچاس سال لگ گئے۔ اس دوران میں اس قوم نے برائیوں کر اپنے میں شاندار مزاحمت کا مظاہرہ کیا۔ یہی امر حوصلہ افزاء ہے۔ البتہ فی الوقت بد عنوانی کی تھویل گئی موجودہ صورت حال کو ہم سب بے بُکی کے ساتھ دیکھنے پر مجبور ہیں۔ چونکہ اساتذہ بھی اسی معاشرے کا حصہ ہیں لہذا یہ بھی اپنے آپ کو اس "بلائے بے درماں" سے نہ بچا سکتے۔ امید کبھی مر انہیں کرتی مقام شکر ہے کہ ہماری سوسائٹی میں اب بھی اہل درد اور صاحبان احساس افراد کی قابلِ لحاظ تعداد موجود ہے۔

اساتذہ کرام کی کمیونٹی میں بھی درد مند اساتذہ کی کمی نہیں۔ یہ سب لوگ رہبر اور معمار ہونے کے ناطے اپنا کردار ادا کرتے رہے تو حالات کی تاریکیاں یقیناً چھپ جائیں گی۔ اساتذہ کرام انشاء اللہ اپنے منصب اور مشن کے تقاضوں کے مطابق اپنا کردار ادا کریں گے۔ تغیر کے راستوں پر روشنیاں بکھرتی، پھیلتی چلی جائیں گی۔ تب یقیناً معاشرے میں اساتذہ کے احترام و اکرام کا چلن بھی عام ہو جائے گا۔